حافظ محمد اکبر شاہ بخاریؒ

تحریک پاکستان کے دو عظیم رہنما

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا شمار علمائے دیوبند کے اس طبقے سے ہوتا ہے جو اس زمانے میں موجود تھے کہ جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی۔ اور جنہیں پاکستان کی صورت میں یہ عظیم نعمت دیکھنے کو بھی ملی۔ محمد علی جناحؒ کی درخواست پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں مولانا عثمانی ہی نے پاکستان کا پرچم لہرایا۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی ولادت ۱۸۸۵ء میں بجنور میں ہوئی۔ دار العلوم دیوبند میں تعلیم پائی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن ان کے استاد تھے۔ مولانا عثمانی ابتدا ہی سے بڑے ذہین تھے۔ انہیں مطالعے کا بڑا شوق تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں ان کے علم وفضل کی ہی دھوم تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ مدرسہ فتح پوری دہلی میں اول مدرس مقرر ہوئے۔

انہوں نے یہاں اپنے فرائض جانفشانی سے سرانجام دیے۔ ان کے درس وتدریس کی بڑی شہرت ہوئی۔ انہیں جلد ہی مادر علمی درسگاہ دیوبند میں طلب کر لیا گیا۔ دارالعلوم میں درس کے علاوہ تصنیف و تالیف اور تقریر کی جانب توجہ مبذول کی۔

مولانا ایک عظیم مقرر کی حیثیت سے ابھرے۔ ان کی تقاریر کی ملک بھر میں دھوم مچ گئی۔ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی تقاریر میں علم کی گہرائی، انداز بیان کی دلکشی اور فصاحت وبلاغت ہوا کرتی تھی۔ بڑی شگفتہ تقریر کرتے اور اپنی تقریر کو اشعار سے سجاتے۔ دیوبند کے اکابر مولانا عثمانی کی بلیغ تقاریر کو حضرت مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند کی دل پذیر تقاریر سے تشبیہ دیتے۔ مولانا کے علم وفضل، قوت بیان، ذہانت اور سیاسی تدبر سے ان کے استاد حضرت شیخ الہند بے حد متاثر تھے۔ ترک موالات کے سلسلے میں حضرت شیخ الہند نے مولانا عثمانی کے تحریر کردہ فتویٰ کو پسند فرمایا اور جمعیت علمائے ہند کے خطبہ صدارت میں ۱۹۲۰ء میں پیش فرمایا۔

مولانا عثمانی نے جب دیکھا کہ کانگریس کی وجہ سے مسلمانوں کا ملی وجود خطرے میں ہے اور اسلامی شعائر کو شدید خطرہ لاحق ہے تو انہوں نے علم حق وصداقت بلند کیا اور مسلمانوں کے تحفظ وبقا کے لیے تحریک پاکستان میں سرگرم عمل ہوئے۔ مولانا عثمانی دیوبند میں سالہا سال تک درس دیتے رہے۔ حضرت شیخ الہند کی وفات کے کئی سال بعد حالات ایسی صورت اختیار کر گئے کہ وہ حضرت علامہ سید انور شاہؒ کی رفاقت میں دیوبند سے علیحدہ ہو گئے اور ڈابھیل میں اپنی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ وہاں انہوں نے کئی سال تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ بعد ازاں وہ دیوبند تشریف لے آئے اور اپنی قیام گاہ پر درس وتدریس اور تالیف وتصنیف میں مصروف ہو گئے۔

۱۹۴۵ء میں مولانا عثمانی نے جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد رکھی۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں جب جمعیت علمائے اسلام کی پنجاب کانفرنس اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوئی تو حضرت شیخ الاسلام کو بھی اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے مولانا عثمانی نے بڑے دھیمے اور شیریں لہجے میں گفتگو کی۔ مولانا عثمانی کا یہ پاکستان کے انتخابی معرکے سے قبل کا دورہ تھا۔ پنجاب کے بڑے ذہین سیاست دان بھی پنجاب میں مسلم لیگ کی کامیابی کے بارے میں متذبذب تھے۔ مسلم لیگ کے بڑے بڑے لیڈروں کو یقین نہ تھا کہ پاکستان قائم ہو گا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ سیاست کے عبوری دور میں مسلمانوں کو جو مشکلات اور دقتیں پیش آئیں، ان سے مولانا کی فراست میں اضافہ ہو تا گیا۔

جون ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد میں استصواب کا اعلان ہوا۔ سرحد سرخ پوشوں کا گڑھ تھا جبکہ سرحد کے فرزند توحید شمع اسلام کے پروانے تھے۔ علماء کا سرحد میں بڑا اثر تھا۔ سرحد کے استصواب پر پاکستان کی بقا کا انحصار تھا۔ قائد اعظم سرحد کے استصواب کے سلسلے میں بڑے مضطرب تھے۔ انہوں نے یہ منزل ہفت خواں سر کرنے کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کو چنا۔ جناح صاحب نے دہلی میں ایک ملاقات کے دوران مولانا عثمانی سے درخواست کی کہ وہ سرحد کا دورہ کر کے وہاں کے غیور و جسور فرزندوں کو آمادہ کریں کہ وہ استصواب میں پاکستان کو ووٹ دیں۔ سرحد میں حالات ناخوشگوار تھے۔ کانگریس کی حکومت تھی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنے رفقاء سمیت دورے کا آغاز کیا تو فضا ہی بدل گئی۔ حضرت مولانا عثمانی استاذ العلماء تھے۔ ان کے سینکڑوں شاگرد صوبہ سرحد کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کی گردنیں عقیدت و نیاز مندی سے جھک گئیں اور انہوں نے

تحریک پاکستان کے لیے جوش و خروش سے کام کیا۔ بنوں کانگریس کا بڑا گڑھ اور فقیر ایپی کا مرکز تھا۔ فقیر ایپی کا رویہ پاکستان کے خلاف تھا۔ بنوں میں حضرت عثمانی کی صدارت میں عالی شان کانفرنس ہوئی۔ حضرت مولانا عثمانی، پیر مانکی شریف اور پیر زکوڑی شریف نے اپنی تقاریر میں فقیر ایپی کو دعوت دی کہ وہ جماو پاکستان میں شریک اور کانگریس کی حمایت سے دست کش ہوں۔ بنوں میں اس قسم کے اجتماع ارر فقیر ایپی پر تنقید کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام کی بلند وبالا شخصیت نے اس ناممکن کو ممکن کر دیا۔ سرحد کے دورے سے اندازہ ہوا کہ برصغیر پاک وہند کے علماء میں حضرت کو بلند ترین حیثیت حاصل ہے۔ وہ اپنے علم وفضل، فراست اور زہد وتقویٰ کی بنا پر یگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ علماء انہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کا جانشین سمجھتے تھے۔ استصواب سرحد کے نتیجے میں اعلان ہوا اور سرحد پاکستان میں شامل ہوا تو جناح صاحب نے مولانا عثمانی کو اس عظیم کارنامے پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔

پاکستان قائم ہو گیا۔ مولانا عثمانی نے ہجرت کی اور کراچی تشریف لائے۔ وہ مجلس دستور ساز کے اہم رکن تھے۔ انہیں پاکستان میں شیخ الاسلام کی حیثیت حاصل تھی۔ شیخ الاسلام کی تجویز جناح صاحب نے پیش کی تھی تاکہ کسی مقتدر نظم سے حکومت دینی امور میں مشورہ کر سکے۔ حضرت مولانا کے جناح صاحب اور نواب زادہ لیاقت علی خان سے گہرے مراسم تھے۔ حضرت عثمانی کی دیوبند میں بڑی جائیداد تھی۔ وہ پاکستان میں بڑی آسانی سے اپنے حق کی بنا پر مکان اور زمین حاصل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے اسلام اور صرف اسلام کے لیے تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا، لہٰذا پاکستان میں کوئی الاٹمنٹ نہیں کرائی۔ حتیٰ کہ اپنے لیے کوئی مکان بھی حاصل نہیں کیا۔ دستور ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے وہ سرکاری رہائش گاہ حاصل کر سکتے تھے، مگر حضرت عثمانی کے ایثار اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی رہائش کے لیے بھی سرکاری یا متروکہ مکان حاصل نہ کیا اور پاکستان میں اپنی زندگی کے ایام ایک دوست کے گھر گزار دیے۔

جناح صاحب مولانا شبیر احمد عثمانی کے بڑے مداح تھے۔ وہ انہیں مجلس عاملہ کے جلسوں میں خصوصی مہمان کی حیثیت سے مدعو کرتے اور ان کی رائے کو بڑے غور سے سنتے۔ جناح صاحب کے فکر ونظر کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں حکیم مشرق علامہ اقبال، حضرت مولانا تھانوی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا بڑا دخل تھا۔ وہ بالخصوص مولانا عثمانی

کی فراست اور پیش بینی سے بے حد متاثر تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جناح صاحب نے مسلمان اراکین اسمبلی کا شاندار کنونشن منعقد کیا جسے ہماری ملی تاریخ میں نئے دور کا آغاز کہا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا کو کنونشن کے ایک جلسے میں دیر ہو گئی۔ قائد اعظم نے مولانا عثمانی کا انتظار کیا اور جب مولانا تشریف لے آئے تو جلسے کا آغاز ہوا۔ جناح صاحب مولانا شبیر احمد عثمانی کی شخصیت کے اس قدر معترف تھے کہ انہوں نے چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں پاکستان کی پرچم کشائی کے لیے مولانا عثمانیؒ کا انتخاب کیا۔ کراچی میں مولانا عثمانی نے تلاوت قرآن پاک اور مختصر تقریر کے بعد آزاد پاکستان کا پرچم لہرایا۔ جب یہ پرچم پاکستان کی آزاد فضا میں لہرایا تو پاکستان کی مجاہد افواج نے پرچم کو سلامی دی۔ صدیوں کے بعد برصغیر پاک وہند میں اسلامی شوکت وسطوت کا مظاہرہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس شرف سے ایک ممتاز عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانی کو نوازا۔

تحریک پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے بڑا عہد آفرین کردار ادا کیا۔ وہ کانگریس کی مسلم دشمن روش سے بیزار تھے اور جمعیت علماء ہند سے اختلاف رکھتے تھے۔ مگر گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کا زیادہ وقت تصنیف وتالیف یا درس وتدریس میں گزرتا۔ ہندوستان کے مسلمانوں پر ۱۹۴۵ء میں نازک دور آیا تو مولانا کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اور وہ بے اختیار آتش نمرود میں کود پڑے۔ حضرت عثمانی کو اس زمانے میں نظام حیدر آباد کی جانب سے گراں قدر مشاہرہ کی پیش کش ہوئی، مگر انہوں نے تحریک پاکستان کی خاطر یہ پیش کش ٹھکرا دی اور اپنے شب و روز تحریک پاکستان کے لیے وقف کر دیے۔ کلکتہ میں مولانا راغب احسن، مولانا آزاد سبحانی اور دیگر اکابر کی تحریک پر جمعیت علماء اسلام کی تاسیس کے لیے ۲۶ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو اجتماعات ہوئے۔ حضرت عثمانی اپنی علالت کے باعث کسی اجتماع میں شرکت نہ کر سکے، مگر انہوں نے اپنے ولولہ انگیز پیغام سے نوازا۔ انہوں نے اپنے پیغام میں علماء اور عوام پر زور دیا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کریں۔ کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام کا انتخاب ہوا اور مولانا عثمانی کو صدر چنا گیا۔

مولانا عثمانی کی صدارت میں جمعیت علماء اسلام کے قیام سے کانگریس اور اس کے ہم نوا طبقوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اپنے دور کا ممتاز ترین عالم اب مسلم لیگ کا ہم نوا تھا۔ اس سے مسلم لیگ کو بڑی تقویت ملی۔ انہوں نے مختلف صوبوں کے دورے کیے۔ مطالبہ پاکستان کو دین کی روشنی میں بیان کیا اور کانگریس کے اسلام دشمن عزائم کو بے نقاب کیا۔ ۱۹۴۵ء میں

مرکزی اسمبلی اور ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کا زمانہ آیا تو حضرت مولانا کی ذات گرامی نے علالت ونقاہت کے باوجود ملک بھر کا سفر کیا اور مسلمانوں کی شخصیت سے متاثر ہو کر ہزاروں علماء نے تحریک پاکستان کی حمایت کی۔

اس طرح ان کی تقاریر سے متاثر ہو کر لاکھوں انسانوں نے مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیا۔ اس دوران کئی بار مخالف حضرات نے حضرت سے سیاسی مناظرے کیے مگر حضرت نے اپنے دلائل وبراہین سے مخالفوں کو عاجز کر دیا۔ تحریک پاکستان کے جلسوں سے خطاب فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند کے ناظم مولانا محمد طیب' حضرت مولانا محمد شفیع' مولانا ظفر احمد عثمانی اور ہزاروں علماء مولانا کے دوش بدوش تحریک پاکستان کے لیے سرگرم عمل تھے۔ اس دوران مولانا کو دھمکیاں دی گئیں۔ ان کے اجتماعات میں ہنگامہ آرائی کی کوشش بھی کی گئی' مگر وہ عزم واستقلال کی چٹان تھے۔ ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی۔ انتخابات میں مسم لیگ کو شاندار کامیابی ہوئی۔ قیام پاکستان تک تحریک پاکستان جن نازک مراحل سے گزری' ہر مرحلے پر مولانا سینہ سپر اور پیش پیش تھے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ جناح صاحب کے بعد تحریک پاکستان میں سب سے موثر اور عوامی شخصیت حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی تھی۔ تحریک پاکستان میں مولانا کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔

مسلم لیگ نے جناح صاحب کی قیادت میں اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا دستور اسلامی ہوگا۔ جناح صاحب کی وفات کے بعد پاکستان کے بعض ارباب اقتدار نے اس مطالبے کی مخالفت شروع کی اور ملک میں لادینی نظام کے لیے تحریک منظم کی۔ مولانا عثمانی اس صورت حال سے مضطرب ہوئے اور انہوں نے اسلامی دستور کے حق میں ملک گیر مہم منظم کرنے کا فیصلہ کیا۔ مشرقی پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانی' مولانا ظفر احمد اور دیگر اکابر نے دورے کیے۔ حضرت عثمانی نے اس دور میں پاکستان کے ارباب اقتدار پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ "اگر اسلامی دستور کو پاکستان میں پس پشت ڈال دیا گیا تو میرا راستہ اور ہوگا اور آپ کا اور۔ میں قوم کو بتا دوں گا کہ اہل اقتدار دستور اسلامی کے سلسلے میں اچھی نیت نہیں رکھتے۔"

حضرت عثمانی کے اس اعلائے کلمۃ الحق اور عوامی تحریک سے پاکستان کے ارباب اقتدار سپر انداز ہو گئے اور مجلس دستور ساز پاکستان میں قرارداد مقاصد منظور کی گئی۔

حضرت بہاول پور تشریف لے گئے جہاں انہیں دل کا دورا پڑا۔ اس طرح مولانا ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو واصل بحق ہوئے۔ عالم اسلام کو ان کی وفات پر زبردست صدمہ ہوا اور ان

کی جلیل القدر شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

مولانا نے ہمیشہ حق گوئی و بے باکی سے کام لیا۔ ایک بار جمعیت علمائے ہند کے اجلاس میں ہندوؤں کی تالیف قلوب کے لیے سوال اٹھا کہ گائے کی قربانی ترک کر دی جائے۔ مولانا نے فرمایا "کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلامی شعائر میں غیر مسلموں کی خوشنودی کے لیے کتر بیونت اور حلال سے ممانعت کی تلقین کرے۔"

مولانا عثمانی کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات سے نوازا تھا۔ وہ بلند پایہ ادیب بھی تھے۔ ان کا انداز نگارش بڑا دل آویز تھا۔ حضرت شیخ الہند نے قرآن پاک کے حواشی لکھنے کا عزم کیا۔ چار پاروں کے حواشی لکھے تھے کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ یہ عظیم اور اہم ذمہ داری حضرت کے جانشین مولانا عثمانی نے پوری کی۔ افغانستان میں اس تفسیر کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ حضرت نے بخاری شریف کی شرح بھی لکھی۔ آپ کا ایک عظیم کارنامہ حدیث کی مشہور کتاب مسلم شریف کی شرح ہے۔ مولانا کے اس عظیم کارنامے کی شہرت پوری اسلامی دنیا میں ہوئی۔ پاکستان کے موضوع پر ان کے خطبات بڑے اہم ہیں۔

مولانا عثمانی شب زندہ دار تھے۔ ان کی زندگی میں شریعت و طریقت کا امتزاج تھا۔ انہوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور حضرت کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت تھانوی حضرت عثمانی کے بڑے مداح تھے۔

مولانا عثمانی نے برصغیر پاک و ہند کی سیاسی تحریکات میں بیش از بیش حصہ لیا۔ ہندوستان میں ترک موالات کی عہد آفریں تحریک کا آغاز ہوا تو مولانا عثمانی پیش پیش تھے۔ ۱۹۲۶ء میں مکہ معظمہ میں اولین موتمر عالم اسلامی میں مولانا شبیر احمد عثمانی بھی شریک ہوئے تھے۔ وہیں ان کی عربی خطابت کے جوہر کھلے اور انہیں موتمر کے بہترین خطیبوں میں شمار کیا گیا۔ سلطان عبد العزیز ابن سعود اور سعودی عرب کے علماء، حضرت کی خطابت اور معلومات سے بے حد متاثر ہوئے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ

سید الملت حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے نام سے شاید آج کا ہر پاکستانی مسلمان واقف ہے۔ ۱۹۱۲ء میں برصغیر کی سیاست میں اسلامی اتحاد کی تحریک پیدا ہوئی تو مولانا ابوالکلام آزاد کلکتہ سے اپنا شہرہ آفاق ہفت روزہ "الہلال" نکال رہے تھے۔ انہوں نے ان حالات میں

علامہ ندوی کی معاونت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے الہلال کے ادارہ تحریر میں شامل ہونے کے لیے کہا۔ چنانچہ انہوں نے الہلال کے ادارہ تحریر میں شرکت کر لی۔ لیکن کچھ عرصے بعد الہلال کی معاونت چھوڑ کر پونا میں درس و تعلیم کے لیے چلے گئے۔

لیکن ۱۹۱۵ء میں جب دار المصنفین کا قیام عمل میں آیا تو اس کے لیے انہوں نے اپنے قلب و دماغ کی جملہ صلاحیتوں کو مرکوز کر دیا۔

دار المصنفین کے قیام کے بعد حضرت علامہ مرحوم کے روز و شب پہلے سے بھی بڑھ کر علمی مشاغل میں صرف ہونے لگے۔ اس دور میں کچھ موقعوں پر قومی رہنماؤں نے ملکی سیاسی سرگرمیوں کی طرف دعوت دی۔ لیکن آپ سیاست میں آنے سے اجتناب کرتے تھے۔ ورنہ اگر سیاست میں پوری طرح داخل ہوتے تو شاید ملک و قوم کی سیاسی رہنمائی میں بھی وہ چوٹی کا مقام حاصل کر لیتے۔ سیاسی سرگرمیوں سے بہت حد تک الگ تھلگ رہنے کی خواہش و کوشش کے باوجود ان کے ہم عصر ان کی سیاسی بصیرت و فراست کے قائل و معترف تھے۔

حضرت علامہ صاحب نے سیاست میں باقاعدہ حصہ نہ لینے کے باوجود اپنی زندگی میں بعض ایسے کارہائے نمایاں بھی انجام دیے جنہیں ہم ان کی شاندار ملکی و قومی خدمات قرار دے سکتے ہیں۔

۱۹۲۷ء میں آپ نے انجمن حمایت اسلام کی دعوت پر عہد رسالت میں اشاعت اسلام کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ اس اجلاس میں دیگر علماء و فضلاء کے علاوہ اقبال مرحوم جیسے مشاہیر بھی شامل تھے، جنہوں نے آپ کی علمیت و فضیلت اور اہلیت و صلاحیت کا اعتراف فرمایا۔

ہندوستان کی آزاد اور متحدہ حکومت کی صورت میں جو مسائل پیدا ہو سکتے تھے اور جو خدشات پیش آ سکتے تھے، انہیں اپنی خداداد بصیرت اور فراست سے بھانپ کر انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ :

> "آئندہ حکومت میں مسلمانوں کے خاص مذہبی اور شخصی قوانین کے تحفظ، ترقی، اصلاح اور استحکام کے لیے علیحدہ انتظام ہونا چاہیے۔"

سید الملت حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نہ صرف دارالعلوم دیوبند کے سرپرست حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہوئے بلکہ ان کے ارشد خلفاء میں شمار ہوئے جن کی علمی عظمت کا اعتراف علامہ اقبال مرحوم نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ :

"مولانا شبلی کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی استاذ الکل ہیں۔ اور علوم اسلامیہ کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندوی کے اور کون ہے۔ حضرت علامہ سید صاحب قلندر ہیں۔" (مکاتیب اقبال جلد اول)

سلہٹ اور سرحد ریفرنڈم میں علمائے دیوبند نے جو کارنامے سرانجام دیے' اخبارات کی پرانی فائلیں اس کی گواہ ہیں اور ان حضرات کی تحریک پاکستان میں خدمات کے پیش نظر ہی نئی مملکت اسلامیہ کی پرچم کشائی کی رسم ادائیگی کا اعزاز ان ہی علماء دیوبند کے دو جرنیلوں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو بخشا گیا تھا۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ خاص تھے۔ آپ ساری زندگی اپنے شیخ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ اپنے علم و فضل سے دنیائے اسلام کو سیراب و شاداب کرتے رہے۔ آپ نے بھی ملکی سیاسیات میں اہم کردار ادا کیا۔ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ اور پھر اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کے سیاسی نظریات کی مکمل حمایت فرمائی۔ آپ کی تحریر و تقریر سے کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ نے مسلم لیگ یا پاکستان کی مخالفت کی ہو۔ اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ نے مسلم لیگ اور پاکستان کی مکمل حمایت فرمائی۔

کلکتہ کے مشہور اخبار "عصر جدید" مورخہ ۸ مارچ ۱۹۴۶ء میں ایک فتویٰ ڈھاکہ کے ایک شخص محی الدین کے استفسار کے جواب میں کہ آیا "مسلم لیگ کی حمایت کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟" شائع ہوا۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور دیگر حضرات نے یہ فتویٰ دیا کہ :

"اس وقت مسلمان' کانگریس اور اس کی امدادی جماعتوں سے بالکل علیحدہ رہ کر صرف مسلم لیگ کی حمایت کریں۔"

اس فتویٰ پر علامہ سید سلیمان ندویؒ مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علامہ ندوی صاحبؒ بھی پاکستان اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔ یہاں یہ بات بھی پوری ذمہ داری سے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت تھانوی کے تمام خلفاء اور متعلقین تحریک پاکستان کے حامی رہے اور اپنے شیخ کے سیاسی نظریات کی مکمل تائید و حمایت کرتے رہے۔

لیاقت علی خان مرحوم نے شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کے ارشاد کے مطابق تعلیمات

اسلامیہ کا ایک بورڈ قائم کیا جو شریعت کی روشنی میں پاکستان کی قانون سازی کرے۔ اور پھر یہ سفارشات دستور ساز اسمبلی میں پیش ہوں کہ بعض اعیان حکومت کا خیال تھا کہ علماء اسلام وقت کے تقاضوں کے مطابق اسلامی قانون جزئیات مرتب نہ کر سکیں گے۔ مگر علمائے دیوبند نے وقت کے اس چیلنج کو بھی قبول کر لیا۔ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب" اور حضرت علامہ سید سلیمان ندوی" خلیفہ خاص حضرت حکیم الامت تھانوی" جو اس بورڈ کے ممبران میں سے تھے' انہوں نے اس بیدار مغزی' روشن خیالی اور وسعت نظر سے اسلام کی قانونی جزئیات مرتب کیں کہ حکمران طبقے کے لیے اعتراض کا کوئی موقع نہ رہا۔ سوائے اس کے کہ وہ قانونی مساوات کو سرخ فیتے سے باندھ کر رکھیں اور دستور ساز اسمبلی تک پہنچنے ہی نہ دیں۔ ہمیں اس وقت اس کی علیت وغایت سے بحث نہیں۔ ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ علماء دیوبند نے وقت کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ہر موقع پر مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اکابر علماء اسلام نئے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کی بھی پوری صلاحیت رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ اجتہاد آزاد نہ ہو۔ پچھلے مجتہدین کرام کے بیان کردہ اصولوں کے تحت ہو اور اس کا مقصد بھی نئے مسائل کا حل ہو۔ پہلے فیصلوں کی تردید و تنقیص نہ ہو۔ اس قسم کے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ نئے اجتہاد کا مطلب پچھلے مجتہدین کی تغلیط نہیں۔ پچھلے ذخیرہ اجتہاد پر ایک ضروری اضافہ ہے۔ علمائے دیوبند نے اس قسم کے اجتہاد کو کبھی منع نہیں کیا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس اجازت انہی لوگوں کو ہو جو اس کے اہل ہوں اور پچھلے فقہاء و مجتہدین کے اصول و فروع پر پوری نظر رکھتے ہوں۔

(ماخوذہ ماہ نامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر)

الغرض حضرت علامہ سید سلیمان ندوی اور دوسرے اکابر علماء دیوبند نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا اور پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے اور پوری طرح پاکستان کے حامی اور خیر خواہ رہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات کے بعد علامہ ندوی" جمعیت علماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں تعلیمات اسلامی بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں ہر مکتب فکر کے جید علماء کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ اور بائیس نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت پاکستان کو پیش کیا۔ پھر ۱۹۵۲ء میں دستوری مسائل پر غور کرنے کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی' اس کی صدارت آپ ہی نے فرمائی۔